کتاب شناسی کی روش

تاریخ طبری–ایک نمونہ

The Methodology of Bibliography: *Tareekh e-Tabari*, a Sample Work

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Dr. Zulfqar Ali
Research Scholar NMT; Lecturar: The AIMS College); Islamabad.
E-mail: zulfimari72@gmail.com

Abstract:
Bibliography is an art. A proper introduction to a book can provide the reader with acceptable information. It can motivate them to study or help them in choosing the required book in
a particular field and can get rid of confusion. But people knowingly or unknowingly do not give importance to the introduction of the book. The main reason for this is that we do not fulfill the requirements of this art while introducing a book and it is also possible that we are not aware of this art.
Actually, there are many types of bibliography. But here we will describe the method of bibliography in which the brief introduction of the book, the demands of the book, the title, the subject, sources, the order and distribution of the demands, the description of the condition and level of the demands and the printing of the book are described.
In bibliography, special attention is paid to the fact that a few books are fundamental in all sciences, which are called first-hand sources or reference books. These books are the first requirement of a student related to this field of science and art. Therefore, in the first stage, identification, awareness and acquisition of such books should be done. This article aims at acquaint the reader with the tried and tested principles of bibliography.

Keywords: Ibn Jarir, History of Tabari, bibliography.

خلاصہ

منبع یا کتاب شناسی ایک فن ہے۔ کسی کتاب کا درست تعارف قارئین کے لئے قابلِ قبول معلومات فراہم کر سکتا ہے۔ انہیں مطالعہ کی ترغیب دلا سکتا ہے یا کسی خاص شعبے میں درکار کتاب کے انتخاب میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے اور الجھنوں سے نجات دلا سکتا ہے۔ لیکن لوگ دانستہ یا نادانستہ طور پر کتاب کے تعارف کو اہمیت نہیں دیتے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم کسی کتاب کا تعارف کرواتے ہوئے اِس فن کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہم اس فن سے آگاہ ہی نہ ہوں۔

دراصل، کتاب شناسی کی بہت سی اقسام ہیں۔ لیکن یہاں ہم کتاب شناسی کا وہ طریقہ بیان کریں گے جس میں کتاب کا اجمالی تعارف، کتاب کے مطالب، عنوان، موضوع، منابع، مطالب ترتیب و تقسیم بندی، مطالب کی کیفیت اور سطح کا بیان اور کتاب کی طباعت بیان کی جاتی ہے۔ کتاب شناسی میں اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ تمام علوم وفنون میں چند کتابیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں، جنہیں درجہ اول کے منابع یا (First Hand Sources) یا حوالہ جاتی کتب (Reference Books) کہا جاتا ہے۔ یہی کتابیں اس شعبہ علم و فن سے منسلک طالب علم کی اولین ضرورت ہوتی ہیں۔ اس لیے پہلے مرحلے میں ایسی کتب کی شناخت، آگاہی اور ان کے حصول کی تگ ودو کرنی چاہیے۔ اس مقالے کا ہدف قارئین کو کتاب شناسی کے آزمودہ اصولوں سے آشنا کرنا ہے۔

کلیدی کلمات: ابن جریر، تاریخ طبری، کتاب شناسی۔

کتاب شناسی: تاریخ طبری

1- مؤلف کا اجمالی تعارف

پیدائش

ابو جعفر محمد بن جریر طبری تیسری صدی کے جلیل القدر عالم، فلسفی، ادیب، فقیہ، محدث، مؤرخ، اور مشہور سنی مفسر و سیرہ نویس تھے۔ انہیں "فادر آف اسلامک ہسٹوریو گرافی" کہا جاتا ہے۔ طبری 224 ہجری عباسی خلیفہ المعتصم باللہ (218ھ-227ھ/833ء-842ء) کے عہد خلافت میں طبرستان کے شہر آمل میں پیدا ہوئے۔ عصر حاضر میں یہ علاقہ ایران کے شمال میں مازندران کے نام سے مشہور ہے۔

تعلیم وتدریس

طبری نے 12 سال تک ابتدائی تعلیم آمل میں حاصل کی۔ اس کے بعد شہر ری تشریف لے گئے جہاں پر محمد بن حمید رازی اور احمد بن حماد دولابی سے علم حدیث حاصل کیا۔ اس کے بعد طبری کسب دانش کے لئے

بغداد تشریف لے گئے۔ مختصر مدت کے لئے بصرہ اور واسط میں قیام کے دوران محمد بن موسی حرشی، عماد بن موسی القزا، محمد بن عبد العلی صنعائی، بشر بن معاذ اور محمد بن بشار المعروف بندار سے علوم قرآن، فقہ اور مغازی کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد کوفہ تشریف لے گئے جہاں آپ نے ھناد بن سری، اسماعیل بن موسی، سلیمان بن خلاد طلحی اور محمد بن عال ھمدانی سے علم حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ طبری نے مصر جاتے ہوئے فسطاط، شمات کے پہاڑوں اور بیروت کے ساحل پر مختصر قیام کے دوران ابوالحسن سراج سے ادبیات عرب کی تعلیم حاصل کی۔ مصر میں اقامت کے دوران طبری نے ربیع بن سلیمان مرادی، اسماعیل بن ابراہیم مزنی ابن عبد الحکیم اور عبد الرحمٰن سے شافعی مسلک کی تعلیم حاصل کی جبکہ عبد اللہ بن وھب سے مالکی فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

اس کے علاوہ مشہور قاری یوسف بن عبد اللہ کی شاگردی میں قراتِ حمزہ پر عبور حاصل کیا۔ طبری ایک مدت مختلف دینی علوم کی تحصیل میں مشغول رہے سرانجام بغداد واپس آگئے اور "محلّہ قنطرالبردان" میں سکونت پذیر ہوگئے۔ بغداد میں طبری نے احمد بن یوسف، حسن محمد صباح اور ابو سعید استخری کے ہمراہ شافعی مسلک کی تعلیم و تدریس کی خدمات سرانجام دیں۔ ابن جریر نے اپنی عمر کا بڑا حصہ مرکزِ علم و فن اور معدنِ علوم و فنون شہر بغداد میں بسر کیا اور آخری ایام بھی وہیں پر گزارے۔ طبری اتوار کی رات کو ۲۸ شوال ۳۱۰ھ کو فوت ہوئے۔ اور بغداد میں اپنے ہی گھر میں دفن کئے گئے۔ اس علمی سفر کے دوران اس نے ہر شہر کی متعدد لائبریریوں کا دورہ کیا اور متعدد علوم مثلاً حدیث، فقہ، قرآن، فلسفہ تاریخ اور جغرافیہ کی بہت سی کتابوں کا دقت سے مطالعہ کیا جو بعد میں بہت ساری تالیفات و تصنیفات کی بنیاد قرار پایا۔ طبری شافعی مذہب تھا البتہ بعض علما، جریریہ مکتب کو طبری سے منسوب کرتے ہیں۔ اگرچہ طبری کے آباؤاجداد کی طبرستان میں بہت ساری زمینیں تھیں لیکن وہ طبعی طور پر ایک قناعت پسند انسان تھا اور اسی خصلت نے اسے آزاد الفکر اور صریح القول بنادیا تھا۔ طبری اپنی زندگی میں ہی بہت معروف و مشہور ہوگئے تھے شاگردوں کے علاوہ خلفاء، اہل منصب، علماء، فضلا اور اہل فضل و ہنر ان کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ ابن جریر کے علمی مقام کو سمجھنے کے لئے اتنا ہی جان لینا کافی ہے کہ خود طبری ایک فرقہ کے بانی ہیں جو مدت دراز تک طبریہ کے نام سے جاری رہا۔

علماء طبری کی خداداد استعداد کو ان الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں کہ وہ حافظ قرآن، قواید قرات سے آشنا، معانی و مفاہیم سے آگاہ، احکام القرآن میں سمجھ بوجھ رکھنے والے، احادیث اور سند احادیث سے باخبر، حدیث کی صحت و ضعف سے واقف اور ناسخ و منسوخ حدیث کے ایک بڑے عالم تھے۔ وہ اقوال صحابہ و تابعین اور ان کے بعد احکام میں اختلاف کرنے والے اور حلال اور حرام مسائل سے شناسائی رکھنے والی شخصیت تھی۔[1] طبری کو تاریخی

حوالاجات میں دیانتداری کی بناپر سب سے زیادہ ایماندار اور انصاف پسند مورخ کہا جاتا ہے۔ تاریخ لکھتے وقت انہوں نے ہمیشہ کوشش کی کہ اپنی تحریروں میں قومی اور مذہبی تعصّبات کو شامل نہ کیا جائے۔ جریر طبری کے بارے میں دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ اپنے مضامین کو ایک دستاویز اور ماخذ کے ساتھ لکھتے تھے۔اس کتاب میں طبری ہر مضمون کو شروع کرنے سے پہلے مسلسل کہتے ہیں کہ اس نے مذکورہ مضمون کہاں سے پڑھا یا کس سے پڑھا۔اس لیے ان کی تالیفات کو دستاویزی کتاب سمجھا جاتا ہے۔

آثار اور تالیفات

طبری کا شمار ان معروف علماء اور مذہبی رہنماؤں میں ہوتا ہے جو اپنے فضل اور علم کی وجہ سے ہے صاحب رای تھے۔ طبری کی فقہ کے اصول اور ذیلی اصولوں میں بہت سی کتابیں اور آثار ہیں۔ طبری نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ کتابت میں گزار دیا۔ علوم دینیہ کی کوئی بھی صنف ایسا نہیں جس میں موصوف نے طبع آزمائی نہ کی ہو اور اس کو استحکام نہ بخشا ہو۔ درجہ ذیل کتب کی تصنیف طبری کی علمی شخصیت کی شاہد ہیں۔

تفسیر جامع البیان عن تاویل القرآن

یہ تفسیر ایک مقدمہ 26 جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ سنی روایت کی سب سے پہلی اور مشہور تفسیر ہے جس میں قرآن کے معانی، جامعیت، اطلس القرآن، نزولِ قرآن اور تفسیر سے مربوط مباحث کو بیان کیا گیا ہے۔ تفسیر جامع البیان طبری کے قرآنی علوم میں تخصص اور تبحر کا بہترین نمونہ ہے۔

ذیل المذیل

اصحاب رسولؐ کی تاریخ پر مشتمل اس کتاب میں رسول اللہ ﷺ کے ان اصحاب کا ذکر ہے جو حضور کی حیات طیبہ میں یا بعد میں فوت ہوئے۔ موصوف نے اس کتاب کی تشکیل میں زمانی ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔

تاریخ الرجال من الصحابۃ والتابع

یہ کتاب علم رجال کے متعلق ہے اور اس میں ان عظیم اور کبار اصحاب کا کبار تذکرہ ملتا ہے جن سے تفسیری اقوال منقول ہے۔

التبصیر فی معالم الدین

ابن جریرؒ ایک عظیم متکلم تھے اور کلامی مسائل کے ماہر تھے۔ اس کتاب میں آپؒ نے معتزلہ، قدریہ اور روافض کے عقائد کو باطل قرار دینے کے ساتھ ساتھ اہل سنت و جماعت کے عقائد کا دفاع بھی کیا ہے۔

کتاب الفصل بین القراءات، یا القراءات والتنزیل

یہ کتاب قرات کی اقسام اور قاریوں کے بارے میں ہے۔

کتاب وقف وابتداء یاالوقف

اس کتاب میں قرات قرآن اور تجوید کے قواید کو تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔

کتاب البسیط

اس کتاب میں مختلف علمااور ان کے علمی مقام کو قلم بند کیا گیا ہے۔

کتاب اختلاف الفقہاء

یہ کتاب مختلف مسالک ومذاہب سے منسوب علما کی آراء کا مجموع ہے۔

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل آثار بھی ابن جریر بطری کے قلم سے پایہ تکمیل تک پہنچے۔

الجامع فی القراءات، الوقف والإبتداء، لطیف القول فی احکام شرائع االسالم، خفیف القول فی احکام شرائع االسالم، فضائل علی بن ابی طالب، فضائل ابی بکر وعمر وعثان وعلی، غدیر خم، تاریخ الرجال من الصحابۃ والتابعین۔

2- کتاب کاتعارف

تالیف کاانگیزہ اور اسباب

موردِ نظر گرانقدر علمی میراث کی تالیف کے بارے میں ابن جریر خود لکھتے ہیں کہ "میں خلقت انسان سے لے کر اپنے زمانے تک کے تمام واقعات کو جمع کرنا چاہتا ہوں"۔[2]

کتاب کی نوع اور تالیف کی روش

تاریخ طبری دو حصوں عالمی تاریخ اور اسلامی تاریخ پر مشتمل ہے۔اس لیے تاریخ طبری کو تاریخ الرسل وتاریخ الملوک کہتے ہیں۔ اس تاریخی اور گرانقدر کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ موصوف نے متنوع اور متعدد روایات کو مفصل اور مکرر بیان کرکے اسلامی تاریخ اور سیرہ پر مشتمل بے مثال اور قیمتی ماخذ کو معدوم ہونے سے نا صرف محفوظ بنایا بلکہ تاریخ کے انتہائی اہم اور حساس سرمائے کو ہم تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

تاریخِ عالم کا حصہ، تخلیق کی کہانی سے شروع ہوتا ہے۔ جس میں حضرت آدمؑ سے لے کر عیسیٰ مسیح علیہ السلام تک انبیاء کی کہانیاں، اور پھر ساسانی دور کے آغاز سے آخر تک ایرانیوں کی تاریخ کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔ تاریخ طبری میں اسلام کی تاریخ کا حصہ حضورﷺ کی سیرت سے شروع ہوتا ہے اور 302 ھ/ق کے آخر تک جاری رہتا ہے۔ طبری اسلامی تہذیب کو مکمل تصور کرتا ہے اور جغرافیائی، لسانی اور نسلی اختلافات کو مد نظر رکھے بغیر اپنی روایات کا اظہار کرتا ہے۔

تاریخ طبری کی روش تالیف توصیفی اور روایی ہے۔ موصوف نے تاریخ طبری کی تالیف میں روایات کو مع اسناد جمع کرنے کا التزام کیا اور اکثر وبیشتر اسناد کی جانچ پڑتال سے گریز کرتے ہوئے سند کو ذکر کرکے انہوں نے نقد و

جرح کی ذمہ داری قاری پر ڈال دی ہے اور بذات خود سبکدوش ہوگئے۔ اب یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ مذکورہ اسناد کی چھان پھٹک کا اہتمام کریں اور دیکھیں کہ آیا وہ صحیح ہیں یا ضعیف۔ اس کے علاوہ موصوف نے کتب و آثار کے ناموں کا بلاالتزام نہیں کیا بلکہ راوی کا نام ہی کتاب کا قائم مقام قرار دیا ہے البتہ بعض جگہوں پر راوی مع الکتاب بھی ذکر کیا ہے۔

اس کے برعکس ابن جریر بعض مقامات پر ایک تجربہ کار ناقد کی حیثیت بھی اختیار کر لیتے ہیں اور اسناد پر نقد و تبصرہ کرکے نا قابل اعتماد روایت کو رد کر دیتے ہیں لیکن اس بناپر تاریخ طبری کو تحقیقی اور تحلیلی تاریخ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ البتہ ایک مفسر ہونے کی بناپر طبری بلاشبہ مذہبی اور سیاسی نظریات اور فقہی نظریات سے متاثر تھا جس کا متعدد موضوعات میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ابن جریر نے اپنی تاریخ میں تسلسلِ حوادث کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔

تاریخ طبری میں فتوح کی روایات اکثر طویل ہیں اور اسلوب بیان اور مختلف مضامین سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے مختلف روایات کو متعدد راویوں سے نقل کیا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ طبری نے تراجم اور تبصروں کی طرف کم توجہ دی ہے اور مسلمانوں کی مختلف معلومات کو جیسا کہ وہ تھے منتقل کرکے مستقبل کے لئے سب سے بڑی خدمت کی ہے اور تحقیق و فیصلہ کا امکان فراہم کیا ہے۔ طبری اس طرح سیرت اور مغازی کے قدیم ترین راویوں کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے۔

کتاب کے بنیادی مآخذ

تاریخ طبری محض ایک تاریخی کتاب نہیں بلکہ اس میں تاریخ کے علاوہ سیرت، ادب، مغازی، معاہدات، حدیث، تفسیر، لغت، ادب، واقعات و شخصیات، اشعار، خطبات اور جغرافیائی حدود وغیرہ کو خوبصورت اسلوب اور مناسب ترتیب کے ساتھ ہر روایت کو مع راوی بیان کیا گیا ہے۔ تاریخ طبری کیونکہ متعدد موضوعات کا مجموع ہے اس بناپر ابن جریر نے تاریخ طبری کی تالیف میں مختلف موضوعات میں متعدد علما، مورخین اور محدثین سے استفادہ کیا ہے جن میں سے چند ایک اہم ذارئع کی طرف اشارہ کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا کیونکہ تاریخ طبری اپنے ماخذ و منابع کے اعتبار سے بھی ایک ممتاز کتاب ہے۔ طبری نے اپنی اس تصنیف کے لئے جن مصادر کا انتخاب کیا وہ یہ ہیں:

ابن جریر نے تخلیقِ کائنات کے متعلق بیشتر روایات کو وہب ابن منبہ کی کتاب المبتداء الخلق، اسماعیل بن عبد الکریم، علی بن الحسین، ابراہیم بن عقیل، عبدالصمد بن معقل، الحسن بن یحی، ابن عباس، ضحاک ابن مزاحم، محمد ابن اسحاق، ابو جعفر، ابن مسعود اور دوسرے مشہور اصحاب سے نقل کیا ہے۔[3]

ابن جریر نے انبیاء اور رسولوں کی تاریخ کا مواد دو ماخذ سیرہ اور تفسیر کی کتابوں سے لیا جبکہ بنی اسرائیل اور تاریخی حوادث کی تبین کے لئے ایسے مصادر سے بھی مدد لی جن کا سرچشمہ یہودیت تھا مثلاً ابی عتاب، کعب الاحبار، محمد بن کعب القرظی، اس کے علاوہ حالات و تاریخی حوادث کو تورات، انجیل کے تراجم سے نقل کیا ہے اس کے علاوہ زبورِ داود کا ترجمہ جو "المزامیر ترجمہ زبور" کے نام سے مشہور ہے جسے وھب ابن منبہ سے منسوب کیا جاتا ہے، قابل ذکر ہے۔

اسی طرح ابن جریر نے اہل فارس یا ایران کے متعلق اکثر اطلاعات کو فارسی تراجم سے نقل کیا ہے جن میں ابو المنصور عبد الملک بن اسماعیل الثعالبی کی کتاب غرر اخبار الفرس و سیر ہم اور القصص الانبیاء، الکسائی کی کتاب القصص الانبیاء، محمد بن مہرام کا ترجمہ سیر ملوک الفرس۔ آئین نامہ ترجمہ ابن المقفع، کتاب التاج ترجمہ ابن المقفع، کتاب مزدک ترجمہ المقفع کتاب الکارنامج، ہشام بن محمد الکلبی ابو معشر البلخی صاحب کتاب الالوف۔ اس کے علاوہ طبری نے فارس کے معاملے میں سیف بن عمر التیمی، الضبی الاسدی، عبید اللہ بن سعد الزہری کیا روایات سے استفادہ کیا ہے۔

ابن جریر نے فتوحات بلاد اور ارتداد کے بیشتر واقعات و حالات سے مربوط روایات کو سیف ابن عمر، مدائنی، عمر بن شبہ ابو مخنف عمر اسدی، الواقدی، عمر ابن شیبہ، احمد ابن زھیر، سیف بن عمر سے نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ مغازی میں احمد بن حماد الدولابی کی کتاب المبتدا و لامغازی، محمد بن حمید، ھناد بن السری، یونس بن بکیر، عروہ بن ہشام، احمد بن عبد الجبار العطاردی، سعید بن یحیٰ، محمد بن سائب الکلبی، ابو مخنف بن لوط بن یحیٰ، زیاد بن عبداللہ بن طفیل العامری، ابع محمد لاکوفی، ہارون بن ادریس، عمر ابن شہبہ، اسحاق ابن سیار، یحیٰ بن عباد، محمد بن جعفر، محمد بن ابراہیم التیمی، ابن جریح، الاعمش، ابن عباس، ابن جبیر سے نقل کیا ہے جبکہ قدیمی یمن اور عراق کی تاریخ کا بیشتر حصہ سیرہ ابن اسحاق، وھاب ابن منبہ، محمد کعب القرظی، ہشام ابن محمد الکلبی کی روایات سے استفادہ کیا ہے۔[4]

ابن جریر نے خلفائے راشدین اور بنی امیہ کے ابتدائی تاریخ کو بیان کرنے میں اپنے استاد شیخ محمد بن حمید، شیخ عمر بن شبہ، زوہیر بن وہیب، علی بن مجاہد بن رفیع الکابلی پر اکتفا کیا ہے اس کے علاوہ بنی امیہ کی تاریخ کو بیان کرنے میں بلاذری کی کتاب انساب الاشراف، تاریخِ ابوہریرہ سے بھی مدد لی ہے۔

مذکورہ ذرائع کے علاوہ بنی امیہ کی تاریخ میں عبد اللہ ابن عباس، عطار بن ابی رباح، عوانہ بن حکم، عروہ بن الزبیر، ابو صالح، مجاہد بن ابی ملیکہ، عمرو بن دینار، محمد بن معب، طاؤس، سعید ابن المسیب اور علی بن عبد اللہ بن عباس سے بہت ساری روایات نقل کی گئی ہیں۔[5] ابن جریر نے بنی عباس کے حالات کو نقل کرنے کے لئے احمد بن ابو خیثمہ،

احمد بن زھیر، عمر بن راشد، الھیثم بن عدی وغیرہ کی روایات نقل کی ہیں۔ پوری کتاب میں مصنف کا اسلوب یہ ہے کہ واقعات وحوادث اور روایات کو ان کی اسناد کے ساتھ بغیر کسی کلام کے ذکر کرتے چلے گئے ہیں۔

3- کتاب کے مطالب اور خصوصیات

تاریخ طبری، ایک عمومی تاریخ ہے۔ جسے تاریخ الرسول والامم والملوک، کہا جاتا ہے، تاریخ اسلام کی قدیم ترین اور مشہور کتابوں میں سے ایک ہے۔ یہ کتاب عربی میں محمد بن جریر ابن یزید طبری (متوفی 310ھ) نے لکھی تھی۔ مصنف نے دنیا کی تخلیق کے آغاز سے لے کر 302 ہجری کے واقعات مفصل بیان کیے ہیں۔ یہ کتاب مصنف کی تفصیل، قدیمی اور طریقہ کار کی وجہ سے ایک منفرد اور مستند تصنیف ہے۔ طبری کی تاریخ کے آغاز کی صحیح تاریخ معلوم نہیں ہے، لیکن یہ بات یقینی ہے کہ طبری نے تفسیر قرآن پر جامع بیان لکھنے کے بعد اسے لکھا۔

تاریخ طبری عربی زبان میں ایک منفرد اور مستند تالیف ہے جس کے متعدد زبانوں مثلا فارسی، ترکی، انگلش کے علاوہ اردو میں ترجمے ہو چکے ہیں۔ مقالہ حاضر میں محمد صدیق ہاشمی کے اردو ترجمہ کو بنیاد قرار دیتے ہوئے تاریخ طبری کا مختصر تعارف پیش کیا جائے گا۔ یہ ترجمہ مندرجہ ذیل سات جلدوں پر مشتمل ہے۔

جلد اول

مترجم نے پہلی جلد کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلی جلد میں موصوف نے مقدمہ کے بعد ولادت نبوی تک گزشتہ انبیاء اور امتوں کے احوال کو ذکر کیا ہے۔ ابن جریر نے مقدمہ کو خداوند متعال کی حمد و ثناء کے بعد پیامبر گرامی کی ذات بابرکت اور مقصد تخلیق کائنات اور تخلیقِ انسان کے ساتھ اختصاص دیا ہے۔ بطری نے بلترتیب "قلم، بادل اور عرش" کو اولین مخلوق قرار دیتا ہے۔ اس کے بعد تخلیق کائنات، اسمائے ستہ، دن، رات، چاند، سورج اور باقی تمام موجودات کی پیدائش کو بیان کرتا ہے۔ اس کے علاوہ خلقت ابلیس اس کی ناشکری، دعویٰ الوہیت، تکبر، گمراہی اور انجام کو ذکر کیا گیا ہے۔[6]

موصوف نے مقدمہ کے بعد خلقت آدمؑ، حقیقت روح، علم الاسماء، پیدائش حواؑ اور زمین پر اتارے جانے کے ساتھ ساتھ زمین، پھل اور سبزیوں کی پیدائش کو ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد آدمؑ کی جانشنی کو زیر بحث لاتا ہے۔ ابن جریر کی کتاب کے اس حصہ میں حضرت شیثؑ، یرد، ادریسؑ، اخنوح، نوحؑ اور قوم نوح، طوفان نوح، اولاد نوح مثلاً حام، یام، یافث کا تذکرہ ملتا ہے۔

عرب اور اس کی اقسام کے احوال کو ذکر کیا گیا ہے جس میں قوم عاد، ثمود، حضرت صالحؑ اور ان کی اونٹنی، حضرت ابراہیمؑ، حضرت ہودؑ، نمرود اور آتش نمرود، حضرت لوطؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحاقؑ اور ان کی اولاد کا بیان ہے۔ اس کے تسلسل میں ابن جریر حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ اور برادران یوسفؑ کے حالات و

واقعات، عزیز مصر اور مصر کی خشک سالی، زلیخا کی داستان، حضرت ایوبؑ اور ان کی آزمائش کو قلم بند کرتا ہے۔ اس کے بعد حضرت موسیٰؑ کی پیدائش اور پرورش، حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کی ملاقات، حضرت شعیبؑ اور حضرت موسیٰؑ کی ملاقات، حضرت ہارونؑ کے واقعات، فرعون اور جادوگروں کے حالات، سامری اور بنی اسرائیل کی تاریخ مفصل بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ فارس کے بادشاہوں مثلاً جیومرت، اشہنج، طہمورث، جمشید، بخت نصر، ازدہاق، افریدون کو بھی ذکر کرتا ہے۔ طبری کے بقول تمام ترک یافث بن نوح کی اولاد ہیں۔

پہلی جلد کا دوسرا حصہ حضرت یوشعؑ کے حالات و واقعات سے شروع ہوتا ہے جس میں بنی اسرائیل کی گمراہی، طاؤن کی تباہ کاری، قارون، بلعم باعورہ، کی تاریخی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت الیاسؑ، حضرت یسعؑ، شمویل، جالوت، طالوت، حضرت داؤدؑ اور زبور کی حقانیت کو ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد موصوف انبیاء کی تاریخ کے اس تسلسل میں حضرت سلیمانؑ، تختِ بلقیس، حکایتِ ہدہد، بنی اسرائیل گمراہی، بیت المقدس کی ویرانی، حضرت ذوالقرنینؑ، اصحاب کہف کے حالات، حجرت عیسیٰؑ کی پیدائش، حجرت یونس بن متی کے واقعات کو قلم بند کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ چین، عرب، روم، یونان اور فارس کے حالات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔[7]

ابن جریر حسب عادت کتاب کے اس حصہ میں فارس کی تاریخ میں منوچہر، طہماسب، زوّ بن طہماسب، کیقباد، کیسر و خسرو، طوس و فروز، فیزان، بخت نصر، سخاریب، زرح، اسفند یار، رستم، جرجیس، اردشیر، اصطخر، سابور، ہرمز بن سابور، یزدگر، بہرام جور، کسریٰ، نعمان کے واقعات کو بھی مفصل بیان کرتا ہے۔ ابن جریر کے بقول حضرت آدمؑ کی وفات کے بعد تاریخ اسلام کا یہ سلسلۂ تاریخ طوفانِ نوح سے شروع ہو کر حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالنے تک چلتا رہا اس کے بعد تاریخ کا سلسلہ نمرود کی آگ سے حضرت یوسفؑ تک چلا۔ پھر یوسفؑ سے حضرت موسیٰؑ کی بعثت چلا بعد میں یہ سلسلہ حضرت سلیمانؑ کی بعثت تک جاری رہا اس کے بعد یہ ولادت مسیحؑ سے متصل ہوا اور حضور ﷺ کی بعثت پر تمام ہوا۔[8]

جلد دوم

تاریخ طبری کی یہ جلد بھی دو حصوں پر مشتمل ہے۔ کتاب کا پہلا حصہ بیس ابواب کا حامل ہے پہلے باب میں رسول اللہ ﷺ کے حسب نسب، خاندان، پیدائش، قریش کے قبائل کی اجتماعی تاریخ، اور کعبہ کی تاریخی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں بعثتِ پیامبر ﷺ، ظہور اسلام، دعوت اسلام، اصحاب کی تاریخ اور حضور ﷺ کی مکی زندگی کے حالات، ہجرت حبشہ، اور کفار کے طرز عمل کو زینت قرطاس بنایا گیا ہے۔ تیسرا باب ہجرت مدینہ، اور انصار کی قربانیوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ چوتھے باب میں حضور ﷺ کی مدنی زندگی کے علاوہ انصار و مہاجرین کے بھائی چارے کو بیان کیا گیا ہے۔ باب نمبر پانچ جنگ بدر، اصحاب کی بہادری اور کفار کی شکست کے ساتھ مخصوص ہے۔

چھٹے باب میں یہودِ مدینہ اور کفارِ مکہ کی اسلام کے خلاف کی گئی کوششوں کو مفصل بیان کیا گیا ہے جبکہ ساتواں باب جنگ احد اور مسلمانوں کی جانثاری کے ساتھ مختص ہے۔ آٹھویں باب میں مدینہ کے داخلی اور گرد ونواح کے واقعات کو زیب قرطاس کیا گیا ہے اور باب نمبر نو جنگ خندق، حضرت سیلمان فارسی اور حضرت علیؑ کی شجاعت کو قلم بند کیا گیا ہے۔ دسویں باب میں غزوہ قریضہ اور غزوہ المرسیع کے حالات و واقعات کو مورد بحث قرار دیا گیا ہے۔ گیارواں باب صلح حدبیہ اور بیت رضوان کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ بارویں باب میں حضورﷺ کی خارجہ پالیسی کے تحت لکھے گئے خطوط کے علاوہ حبشہ، فارس اور روم کی حکومتوں کا ذکر ہے۔ تیرواں باب غزوہ خیبر اور حضرت علیؑ کی شجاعت کے ساتھ مختص ہے۔ اسی طرح چودواں اور پندرواں باب بلترتیب غزوہ موتہ اور فتح مکہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ جبکہ باب نمبر سولاں اور ستراں غزوہ حنین اور غزوہ تبوک کے متعلق ہے۔ اٹھارویں باب کو سنہ الوفود کا نام دیا گیا ہے اس میں مختلف علاقوں میں بھیجے جانے والے خطوط اور مکہ میں حضورﷺ سے ملنے آنیوالے وفود کا ذکر ہے۔ باب نمبر انیس میں خطبہ حجتہ الوداع اور رسول اللہﷺ کی علالت کو قلم بند کیا گیا ہے۔ بیسویں باب میں پیامبر اکرمﷺ کی رحلت اور سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعات کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔[9]

دوسری جلد کا دوسرا حصہ انیس ابواب پر مشتمل ہے جس کا پہلا باب حضرت ابو بکر کی خلافت، لشکر اسامہ کی حالات و واقعات کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرے باب میں مدعیان نبوت، اسود عنسی، قیس بن یغوث، اہل یمن کا ایمان لانا، رسول اللہﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہؑ کی وفات کے واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے دوسرے حصے کے تیسرے باب میں مرتدین اور منکرینِ زکواۃ اور ام سلمی کے خروج کے حوادث کو ذکر کیا گیا ہے جبکہ چوتھا باب مدعیان نبوت سجاح اور سلمہ کذاب اور اہل یمامہ کے حالات واقعات کے متعلق ہے۔ پانچواں باب مرتدینِ عمان، یمن اور بحرین کے متعلق ہے جبکہ چھٹا باب حضرموت کے مرتدین کے ساتھ مخصوص ہے۔

ساتویں باب میں فتوحات عراق، جنگ سلاسل، حضرت خالد بن ولید کی شجاعت، ایرانیوں کی شکست، جنگ مذار، جنگ دجلہ، جنگ الیس، اہل حیرہ کا معاہدہ، جنگ ذات العیون اور جنگ فراض کے واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔ باب نمبر آٹھ میں فتوحات شام اور جنگ یرموک کے حالات و واقعات کو رشتہ تحریر میں لایا گیا ہے۔ باب نہم میں خلافت حضرت عمر فاروق کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔ باب نمبر دس حضرت عمر کی خارجہ پالیسی اور جنگ قادسیہ کے متعلق ہے۔ گیارواں اور بارواں باب فتح ایران سے مربوط ہے جیسے یوم ارمات کہتے ہیں۔ باب نمبر تیرا اور چودا فتوحات شام اور فارس کے متعلق ہے جبکہ باب نمبر پندراں اور سولاں ایرانیوں کی شکست اور خلیفہ دوم کی داخلہ پالیسی پر مشتمل ہے جبکہ باب نمبر سترا میں بصرہ کی تعمیر سے مربوط ہے۔ اٹھارویں باب میں اہل حمص کی صلح، قنسرین کی فتح اور 15 ہجری کے واقعات کو قلم بند کیا گیا ہے اور باب نمبر انیس میں 16 ہجری اور

بالخصوص اہل یمن کے واقعار کو بیان کیا گیا ہے۔

جلد سوم

اس جلد میں خلافت فاروقی اور عثمانی کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔ یہ جلد بھی دو حصوں پر مشتمل ہے جس کا پہلا حصہ مندرجہ ذیل تئیس ابواب کا مجموعہ ہے جس کا پہلا باب سلطنت کسریٰ کے خاتمہ سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ سن ہجری کے اجراء، رومیوں کی ناکامی اور اسلامی حکومت کے داخلی انتظامات کی اشارہ کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں 17 ہجری کے اہم واقعات مثلاً شہرِ کوفہ کی تعمیر، فوجی مرات کا تعیّن اور بصرہ کے حالات شامل ہیں۔ جلد سوم کے دوسرے حصے کا تیسرا باب اہل روم کے حوادث اور طاؤن وبا کی تباہ کاریوں کا بیان گر ہے۔ موصوف حسب عادت اسلامی تاریخ کے ساتھ ساتھ فارس کی تاریخ کو بھی بیان کرتا ہے۔ چوتھا باب اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے جس میں فارس کے شہر اہواز، مناذر اور ہرمزان کی شکست کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔ پانچواں باب 18 اور 19 ہجری کی فتوحات اور متفرق واقعات کا بیان گر ہے جبکہ چھٹا باب فتح مصر اور 20 ہجری کے متفرق حوادث کا مجموعہ ہے۔ ساتواں باب میں موصوف جنگ نہاوند میں مسلمانوں کی شجاعت کے علاوہ 21 ہجری کے واقعات کو نقل کرتا ہے۔ باب نمبر آٹھ میں فتح اصفہان، ہرمزان، شہر رے، ہمدان، کی فتوحات کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔ بابِ نہم میں آذر بایجان کی فتح کے علاوہ 22 ہجری کے حادثات کو بیان کیا گیا ہے۔ باب نمبر دس عراق اور ایران کے مفتوحہ علاقوں کی داخلی صورت حال کو قلم بند کیا گیا ہے جبکہ باب نمبر گیارں میں فتح مکران، سجستان، اور 23 ہجری کے اہم واقعات کو رشتہ تحریر میں لایا گیا ہے۔ باب باراں خلیفہ دوم عمر فاروق کی شہادت اور انتظامی امور اور کارناموں کے متعق ہے اس کے علاوہ عبدالرحمٰن بن عوف کی قیادت میں مجلس شوری کے انعقاد کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ باب نمبر تیراں اور چوداں بلترتیب عمر فاروق کے خطبات اور سیاسی سیرہ کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ باب نمبر پندراں مجلس شوریٰ کی کارکردگی کا عکاس ہے۔ باب نمبر سولاں حضرت عثمان غنی کی خلافت کے ابتدائی دور کو بیان کرتا ہے اس کے علاوہ 25، 26، 27 اور 28 ہجری کے حوادث نیز افریقہ کے جنگی واقعات کو قلم بند کیا گیا ہے۔ باب نمبر ستراں میں 29 ہجری اہم واقعات مثلاً روم و فارس کے داخلی حالات کو زیب قرطاس کیا گیا ہے۔ اٹھارواں باب جنگ آرمینیہ، فتح سرخس، فتح بیہق اور 32 ہجری کے اہم واقعات پر مشتمل ہے۔ باب نمبر انیس میں فتح ترکستان اور 33 ہجری کے متفرق حوادث کو بیان کیا گیا ہے جبکہ بیسویں باب میں 34 ہجری کے اہم واقعات اور اسلامی خلافت کے تحت شہروں کی داخلی وضیعت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ باب نمبر اکیس میں حضرت عثمان غنی کی شہادت، اہل مصر کا محاصرہ، حضرت علیؑ اور مروان کے حفاظتی اقدامات کو قلم بند کیا گیا ہے۔ باب نمبر بائیس اور تئیس میں بلترتیب دارالخلافہ کے داخلی حالات کو

بیان کیا گیا ہے نیز اصحاب کی خانہ جنگی کو روکنے میں کی گئی کوششوں کو سراہا گیا ہے۔[10]

تیسری جلد کا دوسرا حصہ حضرت علیؑ کی خلافت سے شروع ہوتا ہے اس کے علاوہ قصاصِ حضرت عثمان اور مدینہ کی داخلی وضیعت کو نقل کیا گیا ہے۔ دوسرا باب اختصار کے ساتھ خلافت علیؑ کی ابتدائی مشکلات اور مغیرہ بن شعبہ کی معاویہ ابن سفیان کے بارے میں سفارش کو بیان کرتا ہے۔ تیسرا باب اہل بصرہ اور بنی امیہ کی مخالفت کو مفصل بیان کرتا ہے۔ چوتھا اور پانچواں باب اہل بصرہ، ام المومنین حضرت عائشہ، طلحہ و زبیر کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے جبکہ چھٹا باب اہل بصرہ اور اہل کوفہ کو خلیفہ کی طرف سے کی گئی ہدایات کو بیان کرتا ہے۔ ساتواں اور آٹھواں باب بلترتیب جنگ جمل سے پہلے اور جنگ جمل کے واقعات پر مشتمل ہے۔ باب نمبر نو میں اہل بصرہ اور اہل شام کے خطوط کا ذکر کیا گیا ہے۔ دسواں باب جنگ صفین، عمرو عاص کی سازشوں حضرت علیؑ کے اصحاب بلخصوص مالک اشتر کی شجاعت اور وفاداری کے بیان پر مشتمل ہے۔ گیارواں باب صفین کی جنگ بندی کے متعلق ہے جبکہ بارواں باب شامی لشکر کے حملے اور حضرت علیؑ کے اصحاب کی شجاعت کی داستان بیان کرتا ہے۔

باب نمبر تیرا میں حضرت عمار یاسر کی شہادت، عمرو عاص کی مکاری اور شامیوں کی طرف سے قرآن کا نیزوں پر اٹھائے جانے کا بیان ہے۔ چودواں باب صفین کی جنگ بندی اور دومہ الجندل کے مقام پر تحکیم کے واقعہ کو نقل کیا گیا ہے۔ پندرواں باب اصحاب کی حضرت علیؑ سے علیحدگی اور داخلی انتشار کے متعلق ہے جبکہ سولواں باب جنگ نہروان سے مربوط ہے۔ باب نمبر ستراں جنگ نہرواں کے نتائج اور مصر کی شورش سے مخصوص ہے جبکہ اٹھارواں باب محمد بن ابی بکر اور مالک اشتر کی شہادت کو بیان کرتا ہے۔ باب نمبر انیس میں بصر کے داخلی حالات اور ابن عباس کے حضرت علیؑ کو لکھے گئے خطوط کو نقل کیا گیا ہے۔ بیسواں باب خلافت کے داخلی انتشار کا بیان گر ہے جبکہ باب نمبر اکیس میں امیر معاویہ کی عہد شکنی اور 39 ہجری کے واقعات کا ذکر ہے۔ بائیسواں باب بھی شامی لشکر کے ہاتھوں کی حجاز، یمن، نجران اور مدائن کی تباہ کاریوں سے مخصوص ہے۔ باب نمبر تئس میں زیاد کا فارس اور کرمان پر تسلط کو بیان کیا گیا ہے جبکہ باب نمبر چوبیس میں امیر معاویہ کے ہاتھوں حجاز اور یمن کی فتح کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔ باب نمبر پچیس میں حضرت علیؑ کی شادت کا تذکرہ ہے۔

جلد چہارم

تاریخ طبری کی چوتھی جلد اسلامی تاریخ کے اہم ترین دور کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔ مذکورہ جلد امیر معاویہ کے بیس سالہ دور حکمرانی سے لے کر امیر معاویہ کی وفات کے سات ماہ بعد کربلا کے خونی واقعہ کو مفصل بیان کرتی ہے۔ اس جلد کے دو حصے ہیں پہلا حصہ سولاں ابواب کا حامل ہے۔ پہلا باب حکومتِ امیر معاویہ اور صلح امام حسنؑ سے مربوط ہے جبکہ دوسرا باب خوارج کی شورش اور 43 ہجری کے واقعات سے مخصوص ہے۔

با نمبر تین 44، 45، 46، 47، 48، 49 کے اہم واقعات کو بیان کرتا ہے۔ چوتھا باب حجر بن عدی، فتح بلخ، اور 51 ہجری کے حوادث پر مشتمل ہے۔ پانچواں باب یزید کی ولی عہدی، فتح بخارا ابن زیاد کی خراسان میں تقرری کے علاوہ 55، 54، 53، 52، ہجری کے اہم واقعات کو بیان کیا گیا ہے جبکہ چھٹا عبید اللہ ابن زیاد کی تقرری کے علاوہ 58، اور 59 ہجری کے متفرق حادثات کو نقل کیا گیا ہے۔ باب نمبر سات میں امیر معاویہ کی وفات اور شام کی داخلی وضیعت کو بیان کیا گیا ہے جبکہ آٹھواں باب یزید بن معاویہ کی جانشینی، امام حسینؑ سے طلبِ بیعت، امام کی مکہ میں آمد کے علاوہ مکہ اور مدینے کے حالات کو نقل کیا گیا ہے۔ نواں باب مسلم بن عقیلؑ کی کوفہ روانگی سے لے کر شہادت مسلم بن عقیلؑ تک کے حوادث کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔ دسویں باب میں امام حسینؑ اور شہداء کربلا کی شہادت سے پہلے کو واقعات کو نقل کیا گیا ہے۔ باب نمبر گیارہ سانحہ کربلا، خاندان عصمت و طہارت کی اسیری اور 61 ہجری کے واقعات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ بارواں باب 62 اور 63 ہجری کے اہم واقعات مثلا مدینہ کا محاصرہ اور قتل عام، خانہ کعبہ پر سنگ باری، یزید کی موت اور بہت سارے اہم واقعات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ باب نمبر تیراں میں قاتلین امام کے خلاف توابین کے قیام، مختار ثقفی کی شجاعت اور عبد اللہ ابن زبیر کی مکہ میں بیعت کے علاوہ 65 ہجری کے اہم حوادث کو نقل کیا گیا ہے۔ چوداں باب آل زبیر کی حکومتی سرگرمیاں اور کوفہ کے داخلی حالات کے متعلق ہے جبکہ پندرواں باب 66 ہجری کے اہم واقعات مثلًا مختار ثقفی کا قیام، ابراہیم بن مالک کا مختار سے اتحاد اور کوفہ کا تصرف قابل ذکر ہیں۔ باب نمبر سولاں میں کربلا کے شہداء کا انتقام، اہل شام کی شکست، قاتلین امام کا قلا قمہ اور 66 ہجری کے اہم واقعات کا نقل کیا گیا ہے۔[11]

اس جلد کا دوسرا حصہ اموی دورِ حکومت کی کارکردگی کے متعلق ہے۔ جو 68 ہجری سے 99 ہجری تک کے واقعات کو مفصل بیان کرتا ہے۔ یہ حصہ مصعب بن زبیر کی حکومت سے شروع ہوتا ہے ابتدا میں ابراہیم مالک اشتر کی شامی فوج کے خلاف جنگی مہم کو بیان کرتا ہے اس کے بعد مہلب بن صفرہ کے ہاتھوں بصرہ کے محاصرے کو نقل کرتا ہے۔ مختار ثقفی کے قتل کو بیان کرنے کے بعد مدائن، کوفہ اور مکہ کے داخلی حالات پر روشنی ڈالتا ہے۔ اس باب کے دیگر اہم واقعات میں خوارج کی شورش، معرکہ کرخ اور ابن حر کا خروج قابل ذکر ہیں۔

باب نمبر دو عبد الملک بن مروان کی حکومت سے مربوط ہے جس میں 69 ہجری کے مہم حادثات مثلاً عمرو ابن سعید کا قتل، بنی کندہ کی سرنگوشی کے علاوہ کوفہ اور مکہ کے داخلی حالات شامل ہیں۔ تیسرا باب خوارج کی بغاوت اور 72 ہجری کے اہم واقعات ذکر کیے گئے ہیں جبکہ چوتھا باب مکہ میں آل زبیر کی حکومت اور 73 ہجری کے حوادث کو نقل کیا گیا ہے۔ پانچواں باب 75 ہجری کے اہم واقعات مثلًا حجاج بن یوسف کی مکہ، عراق اور بصرہ میں باہ کاریاں، قابل ذکر ہیں۔ چھٹا باب 76 ہجری کے واقعات پر مشتمل ہے جبکہ ساتواں باب شبیب بن یزید خارجی کی شورش کے علاوہ 77

ہجری کے اہم حوادث کا شاہد ہے۔ باب نمبر آٹھ اور نو بلترتیب خوارج کی شکست اور حکومت کے تحت علاقوں کے داخلی حالات کو بیان کرتے ہیں۔اسی طرح باب نمبر دس، گیارہ اور باراں بھی حکومت کے خلاف قیام کرنے والی جماعتوں کی سرکوبی کے متعلق ہیں۔ باب نمبر تیراں میں 86 ہجری کے اہم واقعات کو نقل کیا گیا ہے۔ باب نمبر چوداں میں ولید بن عبدالملک کی دور حکومت سے متعلق ہے۔اس باب میں 9 ہجری تک کے اہم واقعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ پندرواں باب 91 ہجری تک کے اہم حوادث مثلاً صغد کا محاصرہ، سمرقند کی فتح، قتیبہ کی خرسان میں تقرری، حجاج بن یوسف کا انتقال قابل ذکر ہیں۔ سولواں باب سلیمان بن عبدالملک کے دور حکومت سے مربوط ہے جس میں قتیبہ کی بغاوت، قلعہ عوف کی فتح اور 99 ہجری کے اہم واقعات کو ذکر کیا گیا ہے۔

جلد پنجم

اس جلد کے دو حصے ہیں پہلا حصہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور حکومت کے مکمل حالات، اموی خلفاء کی اسلام کے نام پر شاہی نظام کا رائج کرنا اور خلافت کو موروثی قرار دینا، ابو مسلم خراسانی کی فتنہ سازی، آل عبد الملک کی کارکردگی، یزید بن مہلب کی جنگ اور گرفتاری، نصر بن سیار، زید بن علی کا حملہ، ضحاک بن قیس خارجی کی شورش، سلیمان بن ہشام کی بغاوت، تمیم بن نصر کی شورش، ثابت بن نعیم کا قیام اور شکست، بصرہ، عراق، خراسان، اہل سغد، سمرقند، جنگ کمرجہ کے واقعات کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ 99 ہجری سے لے کر 131 ہجری تک کے تمام واقعات کو تفصیل کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ تاریخ طبری کی جلد نمبر پانچ میں بنی امیہ اور بنی عباس کے درمیان مذہبی اور قومی تعصب اور عربوں کے نفاق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ اہل یمن، اہل طبریہ، اہل حمص، فلسطین، اہل شام، بلخ، کرمان، اہل روم اور گرد و نحوا کے قبائل کے حالات و واقعات کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔

مذکورہ جلد کا دوسرا حصہ خلیفہ ابو العباس السفاح سے لے کر خلیفہ الہادی عباسی دورِ حکومت (132 ہجری سے 175 ہجری) تک کے واقعات کو نقل کیا گیا ہے۔ کتاب کا یہ حصہ بنی عباس کی حکومت کے ابتداء اور بنی امیہ کے زوال سے مربوط ہے۔ پانچویں جلد کا دوسرا حصہ ابو العباس کی دورِ حکومت سے شروع ہوتا ہے۔اس کے علاوہ 132 ہجری ہے اہم واقعات مثلاً اہل جزیرہ کی بغاوت، ابو جعفر کی شورش، سلیمان بن کثیر کا قتل، بسام بن ابراہیم کی بغاوت اور ابو مسلم خراسانی کا قیام قابل ذکر ہے۔اس کتاب کے تیسرے باب میں ابو جعفر المنصور کی خلافت کا بیاہے۔ اس جلد کے دوسرے اہم حوادث میں طبرستان کی فتح، ابو نصر کی رہائی، مکہ، مدینہ، شام اور یمن پر عاملین کی تقرری، موسی بن عبد اللہ اور عثمان بن محمد کا قتل، مدینہ میں اہل حبشہ کی شورش، بغداد کی تعمیر، ابراہیم بن عبد اللہ کا خروج، محمد بن یزید کی بصرہ میں آمد، شہر کوفہ کی بدانتظامی، قیصر روم کی ابو جعفر سے صلح

اور خاندان برمک کی خدمات قابل ذکر ہیں۔ اس کے بعد خلیفہ محمد بن عبداللہ مہدی کی خلافت اور اس کے اہم کارنامے بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ 159 ہجری سے 169 ہجری کے اہم واقعات مثال کے طور پر یوسف ابرم کی بغاوت، عیسیٰ بن موسیٰ کی نظربندی، آل ابی بکرہ سے تعاون، عبدالسلام خارجی کا خروج، ہارون الرشید کی جہاد میں شرکت، قلعہ سمالو کی تعمیر، یعقوب بن داؤد کی وزارت، مہدی کی وفات کے علاوہ متفرق حوادث کو نقل کیا گیا ہے۔ اس کے بعد خلیفہ موسیٰ بن ہادی کا عہد خلافت بیان کیا گیا ہے جس میں یحییٰ بن خالد کی خدمات، یعقوب بن فضل کا قتل، مسجد نبوی کی بے حرمتی، حسین ابن علیؑ کا خروج، معرکہ بلاط اور 199 ہجری کے دیگر اہم واقعات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔[12]

جلد ششم

چھٹی جلد خلافتِ عباسی کے تمدن آفریں اور درخشاں عہد کی مکمل تاریخ ہے جس میں ہارون الرشید سے خلیفہ الواثق باللہ (171 ہجری سے 231 ہجری) تک کے اہم واقعات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ جلد سولاں ابواب پر مشتمل ہے۔ یہ جلد ہارون الرشید کی خلافت سے شروع ہوتی ہے جس میں ہجری 171 سے 197 ہجری تک اہم واقعات مثلاً بیعت خلافت، امارت خراسان پر عباس بن جعفر کا تقرر، یحییٰ بن عبداللہ کا خروج، طبرستان پر عبداللہ بن حازم کا تقرر، اسحاق بن سلیمان کے خلاف بغاوت، قلعہ صنعاف کی تسخیر، موصل کی تعمیرِ نو، اہل شام کی شورش، موسیٰ بن یحییٰ کی ہاروں کے خلاف بدظنی، آل برمکہ پر تشدد، رافع بن لیث کی بغاوت، فتح ہرقلہ اور ہارون الرشید کی وفات تک کے اہم واقعات شامل ہیں۔ اس کے علاوہ حکومت کے تحت تمام شہروں مثلاً مدینہ، کوفہ، مکہ، خراسان اور بصرہ وغیرہ کے عاملین کے حالات کو بھی قلم بند کیا گیا ہے۔

ہارون الرشید کی وفات کے بعد خلیفہ محمد الامین کا دورِ حکومت بھی اسی جلد کا حصہ ہے جس میں محمد الامین کی بیعت، امین اور مامون کی کشیدگی، بکر بن المعتمر کی شورش، فضل بن سہل اور فضل بن ربیع کی خدمات اور وفاداری، علی بن عیسیٰ کی حمدان آمد، خراسان پر فوج کشی، خلیفہ الامین کی معزولی، محمد بن یزید کی شکست، بغداد کی طوائف ملوکی، ہرثمہ کی فوج کشی اور خلیفہ محمد الامین کا قتل اس حصے کے قابل ذکر واقعات ہیں۔

خلیفہ مامون عبداللہ کا عہد حکومت اس کا اہم حصہ شمار ہوتا ہے جو مامون کی دورِ حکومت سے شروع ہوتا ہے اس کے علاوہ اس کتاب کے اہم واقعات میں ابوالسرایا کی بصرہ روانگی، ابن سعید کا مدائن پر قبضہ، محمد بن سلیمان کا مدینہ پر قبضہ، داؤد بن عیسیٰ کی عراق روانگی، ہرش کی بغاوت، بغداد میں شورش، امام علی بن موسی الرضاؑ کی ولی عہدی، مامون کی طوس روانگی، مامون کا عراق جانا، مصر میں شورش، فتح اسکندریہ، عاملین کا تقرر، فتح حوف، قلعہ قرہ کی فتح، مامون کی وافات اور 218 ہجری تک کے اہم متفرق واقعات کا تفصیل سے بیان ہے۔

خلیفہ معتصم اوراس کی خلافت بھی اس کتاب کااہم باب شمار ہوتا ہے جس میں بابک خرمی کی بغاوت، اردبیل کے داخلی حالات، معرکہ ارشق، بغا کی سرکشی، خرمیوں کی بغاوت، افشین کی شورش، شام اور روم کے داخلی حالات، سہل بن سنباط کی سرگرمیاں اور 227 ہجری تک کے اہم واقعات کو بیان کیا گیاہے۔ خلیفہ ہارون الواثق باللہ اور اس کی بعیت کا ذکر اس کتاب کے اہم اباب میں سے ہے۔جس میں بیت المال العروس کی تعمیر، امارت یمن پر شار بایان کا تقرر، بنی سلیم کی شورش، بنی عوف کی سرکوبی، بنی کلاب کی گرفتاری، واثق کی وفات اور 232 ہجری تک کے اہم حوادث کو نقل کیا گیاہے۔

جلد ہفتم

تاریخ طبری کی یہ جلد خلافت بغداد کے دورِ انحطاط سے مربوط ہے جس میں خلیفہ جعفر المتوکل عباسی سے خلیفہ محمد المہتدی باللہ (232 ہجری سے 256 ہجری) ساتویں جلد کا پہلہ حصہ سات ابواب پر مشتمل ہے۔اس کا پہلا باب جعفر المتوکل کی خلافت کے متعلق ہے جس میں 233 ہجری سے 245 ہجری کے اہم واقعات مثال کے طور پر ارمینیہ کی بغاوت، رومیوں کا حملہ، متوکل کی دمشق آمد، جعفری شہر کی تعمیر، متوکل کا قتل اور اس دور کے اہم متفرق حوادث کو نقل کیا گیاہے۔ باب نمبر دو میں خلیفہ المنتصر کی اس کے عہد حکومت کے اہم واقعات کو مفصل ذکر کیا گیاہے۔ باب نمبر تین خلیفہ المستعین باللہ کے عہد خلافت کے اہم حوادث کا بیان گرہے جس میں ساریہ پر تسلط، یحییٰ بن عمر کا کوفہ پر قبضہ، ترکوں کی شورش اور 251 ہجری کے قابل ذکر واقعات شامل ہیں۔

اس جلد کا چوتھا باب المستعین کی معزولی اور معتز کی بیعت کے متعلق ہے جس میں ترکوں کی سرکوبی، باب بغواریہ کی جنگ، ترکوں اور اہل بغداد کی جنگ، فتح متمورہ، بنی ہاشم سے مصالحت، مکہ کا محاصرہ اور 252 ہجری تک کے اہم حالات کا بیان ہے۔ پانچواں باب خلیفہ المعتز کی خلافت سے مخصوص ہے جس میں 255 ہجری تک کے اہم واقعات بیان کیے گئے ہیں جبکہ باب نمبر چھ میں خلیفہ المہتدی کے بیعت، شورش بغداد، قبیحہ بن معتز کی شورش وغیرہ کا ذکر پایا جاتا ہے۔ ساتویں باب میں اہل بحرین علی بن محمد کی اطاعت، صاحب زنج کا خروج، جنگ نہر بیان، ابو نصر کی شورش اور اہل بصرہ کی داخلی وضعیت کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔

تاریخ طبری کی ساتویں جلد کا دوسرا حصہ خلافتِ بنی عباس کے دورِ انحطاط پر مشتمل ہے۔ موصوف نے اسے آٹھ ابواب میں تقسیم کیا ہے پہلا باب خلیفہ المعتمد علی باللہ کی بیعت سے مربوط ہے اس کے علاوہ 257 ہجری سے 264 ہجری تک کے مشہور واقعات مثلاً بصرہ کا محاصرہ، یحییٰ بن محمد البحرانی، علی بن ابان، ابو احمد اور منصور بن جعفر کی شورشیں، سامرہ کے داخلی حالات، یعقوب بن اللیث کی کارکردگی کے علاوہ متفرق واقعات کو ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرا باب خلافت کے زوال اور اس کے اسباب سے مخصوص ہے تیسرے باب میں 268 ہجری سے

270 ہجری تک کے اہم حوادث کا ذکر ملتا ہے جبکہ چوتھا باب داخلی فسادات، رومیوں کی شورش، امیر حج ہارون بن محمد کی فعالیت کو مفصل بیان کرتا ہے۔ باب نمبر پانچ قرامطہ کے داخلی حالات، 279 ہجری متفرق واقعات کا بیان گر ہے۔ چھٹا باب خلیفہ المعتصد باللہ کی بیعت اور 289 ہجری تک کے اہم حوادث کا نقل کرتا ہے جبکہ ساتواں باب خلیفہ المکتفی باللہ کی بیعت اور قرامطہ کی بد حالی کو زیبِ قرطاس کرتا ہے۔ اس کتاب کا آخری باب خلیفہ المقتدر کی خلافت اور 302 ہجری کے متفرق واقعات کا مجموعہ ہے۔

4- کتاب کا علمی مقام و مرتبہ اور افادیت

تاریخ طبری کو جو مقام اسلامی تاریخ کی کتابوں میں حاصل ہے وہ ہر صاحب علم پر روشن ہے قدیم مآخذ میں سے سب سے بڑا اور مفصل ماخذ یہ کتاب ہے۔ اس سے پہلے جو تاریخ کی کتابیں مثلاً تاریخ یعقوبی وغیرہ ملتی ہیں بہت مختصر اور تفصیلات سے خالی ہیں۔ تاریخ طبری کو اسلامی تاریخ کے سلسلہ میں امہات الکتاب کا درجہ حاصل ہے تاریخ طبری کی یہ خصوصیت وفضیلت ناقابل انکار ہے کہ تاریخ طبری کے بعد جتنی بھی تاریخ کی کتابیں لکھی گئیں ہیں ان سب کا مآخذ یہی کتاب ہے تمام تاریخی آثار کی طرح طبری کا ترجمہ بھی کم یاب، بلکہ نایاب ہو چکا تھا لیکن اہم تاریخی میراث ہونے کی بناپر اس کو محفوظ کر لیا گیا۔

تاریخ الرسل والملوک اپنی اہمیت کی وجہ سے ابو صالح منصور بن احمد بن اسماعیل بن سامان السامانی کے حکم سے 352 ہجری میں فارسی میں ترجمہ ہوئی اور یہ ترجمہ محمد بن عبداللہ البلعمی نے کیا تھا۔ مترجم نے اس کتاب میں درج واقعات کو اخبارِ انبیاء اور اخبارِ الملک کے ابواب میں ترتیبِ زمانی میں مرتب کیا۔ ترکی زبان میں اس تاریخی ورثہ کو امیر الامراء احمد پاشا کے عہد حکومت میں محفوظ کیا گیا اس کتاب کا اردو ترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن سے سرکاری انتظام و اہتمام کے ساتھ شائع ہوا جو کہ اب نایاب ہے۔ اس کے بعد اس ضخیم و عظیم الشان کتاب کو پھر سے مرتب کرکے اور فہرستوں اور عنوانات کے اضافہ کے ساتھ شائع کیا گیا۔

مورخین اور علما کے درمیان ہمیشہ یہ سوال رہتا ہے کہ طبری کی تاریخ اتنی مشہور کیوں ہے؟ اس سوال کے جواب کے لیے اس کتاب پر مکمل تنقید کی ضرورت ہے، جس کی ہم ذیل کے حصوں میں مکمل اور جامع وضاحت فراہم کریں گے۔[13] لیکن مختصراً یہ بیان کیا جاسکتا ہے کہ طبری نے اپنی اس عظیم کتاب کو لکھتے وقت کبھی بھی اپنی ذاتی آراء اور قومی ومذہبی خیالات کو شامل نہیں کیا۔ یہ ایک بہت اہم نکتہ ہے کیونکہ کسی بھی مورخ کی سرگرمی کا پہلا ستون اس کی غیر جانبداری ہونا چاہیے۔ ایک مورخ جو کسی چیز کے بارے میں گھبراتا ہے بہت زیادہ منظور نہیں کیا جاسکتا۔

آج کل انسانی علوم کی تمام شاخوں کے محققین جب کسی کتاب کا جائزہ لینا چاہتے ہیں تو پہلے مصنف پر تنقید کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ پہلے یہ جاننا چاہیے کہ کیا سپر مصنف جنونی ہے اور اس نے جان بوجھ کر کتاب

لکھی ہے؟ اگر ایسا ہے تو اس کے متن کا بغور جائزہ لینا چاہیے۔ لیکن طبری کی تاریخ اس قابل فخر امتحان سے نکلی ہے۔ ابن جریر طبری نے اس کام کو لکھتے ہوئے اپنے ایرانی اور اسلامی تعصب کو کبھی بھی واقعات لکھنے میں شامل نہیں کیا جتنا وہ کر سکتے تھے۔ اس سلسلے میں طبری کی تاریخ بہت مشہور اور معتبر ہے۔

تاریخ طبری کی اہمیت کی سب سے بڑی وجہ واقعات کے ذکر میں طبری کی دیانت داری ہے۔ طبری نے اپنی ملکیت میں موجود کتابوں اور دستاویزات کے تمام مواد کو بغیر کسی مداخلت اور تعصب کے لکھا ہے اور نتیجہ سامعین پر چھوڑ دیا ہے۔ قومی تعصب اور مذہبی تعصب کے بغیر انہوں نے صرف تاریخی واقعات کا ذکر کیا ہے۔ کتاب تاریخ الرسول والملوک طبری کی اہمیت اور اعلیٰ قدر کو سمجھنے کے لئے یہ جان لینا کافی ہے کہ ابن خلدون جیسا شخص جس نے ہمیشہ تاریخی واقعات کو صحیح اصولوں پر مبنی سائنسی ڈیزائن اور تالیف کے ذریعے سمجھنے اور ان کی تشریح کرنے کی کوشش کی۔ تنقید کی؛ انہوں نے محمد ابن جریر طبری کا ذکر بڑی تعظیم کے ساتھ کیا ہے اور بطور مورخ اور راوی ان کی تعریف کی ہے۔

تاریخ طبری پر گراں قدر اور نایاب کتاب نہ صرف تاریخ اسلام اور اسلام کے بعد کے ایران کی تاریخ سے متعلق واقعات بیان کرتی ہے بلکہ قدیم ایران کی تاریخ اور خاص طور پر ساسانیوں کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ انبیاء کی تاریخ اور ایران کی اساطیری تاریخ کو مکمل طور پر مرتب کیا گیا ہے۔ تاریخ طبری کی یہ جامعیت ایک مضبوط وجہ ہے کہ یہ کتاب تاریخ کی دیگر کتابوں میں زیادہ ممتاز اور قابل غور ہے۔ عام طور پر انبیاء اور بادشاہوں کی تاریخ، جسے تاریخ طبری کہا جاتا ہے، ایک ایسی تصنیف ہے جسے تاریخ کے اکثر ماہرین نے قومی اور مذہبی تعصّبات میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے ایک درست تاریخی ماخذ قرار دیا ہے۔[14]

اس کے علاوہ یہ کتاب ایران، اسلامی سرزمین، روم، ہندوستان کی تاریخ کی جامعیت اور تفصیلات کی وجہ سے قدیم دنیا کی تاریخ کو سمجھنے کا ایک جامع ذریعہ ہے۔ کئی سالوں سے، محققین اور تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے افراد تاریخ طبری پر مفت اور غیر سینسر شدہ کتاب کو تحقیقی مقاصد کے لئے استعمال کر رہے ہیں اور قدیم ایران، قدیم دنیا اور عالم اسلام کی تاریخ سے واقفیت حاصل کر رہے ہیں۔ خوش قسمتی سے یہ کتاب مکمل طور پر زمانے کے چکروں سے گزر کر آج ہم تک پہنچی ہے۔

نتیجہ گیری:

اس مقالہ کے نتیجہ کے طور پر ہم مذکورہ بالا مطالب کو کچھ یوں بیان کر سکتے ہیں ہیں کہ کتاب شناسی کی روش کے عمدہ اصول درج ذیل ہیں:

1. **مؤلف کا اجمالی تعارف:** مولف کے اجمالی تعارف میں ان کی تاریخ اور جائے پیدائش،

مولف کی تعلیم و تربیت اور درس و تدریس کا دورانیہ اور علمی مراکز سے وابستگی بیان کی جائے۔ اور آخر میں مولف کا سال وفات اور اگر ان کی وفات کا کوئی غیر معمولی سبب ہے تو اسے بیان کیا جائے۔

2. **آثار اور تالیفات:** کتاب شناسی میں مولف کے دیگر آثار اور تالیفات کا اجمالی تعارف پیش کیا جائے۔

3. **پیش نظر کتاب کا تعارف:** پیش نظر کتاب کے تعارف میں کتاب کی تالیف کے بارے میں مولف کا انگیزہ اور تالیف کے اسباب بیان کیے جائیں۔ کتاب کی نوع اور روش تالیف بیان کی جائے، کتاب کے بنیادی ماخذ اور منابع اور ان کی حیثیت اجاگر کی جائے۔ کتاب کے مطالب، کتاب کی مختلف جلدوں اور اس کی طباعت اور مطبوعہ نسخوں کے بارے میں حتی الامکان میسر معلومات فراہم کی جائیں۔ اگر کتاب کا مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے تو اس کی رپورٹ درج کی جائے۔ نیز مربوط علم اور فن میں کتاب کی علمی حیثیت اور مقام و مرتبہ اجاگر کیا جائے۔

*****

References

1. Abu Bakr Ahmad bin Ali bin Thabit bin Ahmed bin Mahdi, Al-Khatib al-Baghdai, *Tarikh Baghdad*, Vol. 2 (Beirut, Dar al-Gharb al-Islami, dn.), 161.

ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی، الخطیب البغدای، تاریخ بغداد، ج2 (بیروت، دار الغرب الاسلامی، سن ندارد)، 161۔

2. Ibn Jarir, Tabari, *Tarikh Tabari*, mutrajam: Muhammad Ibrahim, Nadvi, Vol. 3 (Karachi, Nafees Academy, 2004), 13.

ابن جریر، طبری، تاریخ طبری، مترجم محمد ابراہیم، ندوی، ج3 (کراچی، نفیس اکیڈمی، 2004)، 13۔

3. Jawad Ali, *Tarikh Tabari k Mahkhaz ka Tanqidi Jaiza*, mutrajam: Nisar Ahmad Farooqi (Delhi, Maktaba Burhan, 1980), 175-180.

جواد علی، تاریخ طبری کے ماخذ کا تنقیدی اور تحقیقی جائزہ، مترجم نثار احمد فاروقی (دہلی، مکتبہ برہان، 1980)، 175-180۔

4. Ibid, 82.

ایضاً، 82۔

5. Ibid, 131.

ایضاً، 131۔

6. Muhammad bin Jarir, Tabari, *Tarikh Tabari*, Mutrajam: Muhammad Siddiq, Hashmi, Vol.1. (Karachi, Nafis Academy, 2004), 12.

محمد بن جریر، طبری،تاریخ طبری، مترجم محمد صدیق، ہاشمی ج1(کراچی، نفیس اکیڈمی،2004)، 12۔

7.Ibid, 13-252 (Hisa doom).

ایضاً،13- 252(حصہ دوم)

8. Ibid, 132.

ایضاً،132۔

9. Tabari, *Tarikh Tabari*, Vol. 2, 210.

طبری،تاریخ طبری،ج2، 210۔

10. Ibid, 475.

ایضاً،475۔

11. Ibid, Vol. 4, 372.

ایضاً،ج4، 372۔

12. Ibid, Vol. 5.

ایضاً،ج5

13. Jawad Ali, *Tarikh Tabari k Mahkhaz ka Tanqidi Jaiza*, 73-80.

جواد علی،تاریخ طبری کے ماخذ کا تنقیدی اور تحقیقی جائزہ، 73-80۔

14. Tabari, *Tarikh Tabari*, 13.

ابن جریر، طبری،تاریخ طبری،، 21۔